السنۃ والحدیث

مولانا عزیز زبیدی۔ واربرٹن

کمائی جائز ہو، تو وہ جائز ہے، خواہ کتنی ہو

حضورؐ کے عہد کے کارخانہ دار

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِيْ أَنَّ حِرْفَتِيْ لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مُؤْنَةِ أَهْلِيْ وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِيْ بَكْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ (بخاری) باب كسب الرجل وعمله بيده۔

(حضرت) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب (حضرت) ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو فرمانے لگے کہ

میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا پیشہ (کاروبار) میرے اہل و عیال کے معاش سے عاجز نہیں ہے اور (اب) میں مسلمانوں کے کام میں معروف ہو گیا ہوں اس لیے (اب) ابوبکر کے اہل و عیال (بیت المال کے) اس مال سے کھائیں گے اور وہ اس میں مسلمانوں کے کام کو انجام دے گا۔

طبقات ابن سعد (ص ۱۳۲) کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ:

حضرت ابوبکرؓ کپڑے کی تجارت کرتے تھے، مدینہ میں بھی مقام سخ میں ان کا کپڑے کا کارخانہ تھا (ارض القرآن ص ۱۳۲)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی اپنے پیشہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس وقت کیا ہے جب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد آپ کپڑوں کا گھٹا لے کر دکان کو چلے تھے اور حضرت عمرؓ نے روکا تھا (فتح الباری) گو یہ روایت بظاہر موقوف (صحابی کا اپنا طرز عمل) روایت ہے، تاہم یہ حکماً مرفوع ہے، کیونکہ انھوں نے اپنے جس پیشہ کا ذکر کیا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک عہد کا واقعہ ہے۔

حديث ابي بكر هذا وان كان ظاهره الوقف لكنه بما اقتضاه من انه قبل ان يستخلف

کان یحترف بتحصیل مؤنۃ اھلہ یصیر مرفوعاً لانہ یصیر کقول الصحابی کنا نفعل کذا علی عھد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فتح الباری باب مذکور)

یہ کاروبار کافی وسیع تھا، چنانچہ اس سلسلے میں انھوں نے حضور کے عہد میں کاروباری تاجر کی حیثیت سے بصرے کا سفر بھی کیا۔

وقد روی ابن ماجہ وغیرہ من حدیث ام سلمۃ: ان ابا بکر خرج تاجرا الی بصری فی عھد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (فتح الباری باب مذکور)

کارخانہ اور بصرہ تک تجارت کا سلسلہ کسی فردِ واحد کا کام نہیں ہے۔ ظاہر ہے کچھ خدام اور مزدور بھی درکار ہوتے ہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر کہ: یہ قدرِ زائد ہے، لہٰذا مزدوروں کا ہے، آپ کا اس میں کوئی حق نہیں۔ ان سے کارخانہ سرکاری تحویل میں نہیں لیا تھا۔

قدرِ زائد سوشلسٹوں کی ایک اصطلاح ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ کارخانہ میں مزدور محنت کر کے جو پیدا کرتا ہے، وہ ایسی زائد پیداوار ہے، وہ مزدور کا حق ہے کارخانہ دار کا نہیں۔
یہ ملحوظ رہے کہ: یہ کارخانہ اور وسیع کاروبار اس عہد کی بات ہے: جب دنیا ایک ایک لقمہ کو ترستی تھی اور تن ڈھانکنے کے لیے ایک ایک چیتھڑے کے لیے خون پسینہ ایک کر دیتی تھی۔

اپنی کمائی پاکیزہ کمائی ہے

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت:

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلْتُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ الحدیث (رواہ الترمذی وغیرہ)

سب سے پاکیزہ تر وہ چیز جو آپ کھاتے ہیں، وہ ہے جو آپ کی اپنی کمائی ہے۔
کمائی کے مختلف طریقے ہوتے ہیں، ہاتھ پاؤں کی جائز محنت، زبان اور کلام کی جائز کمائی، فکر و نظر کا جائز کسب ـــ اسلام کے نزدیک یہ سب کمائیاں تھوڑی ہوں یا بہت، رتیوں اور ماشوں کے حساب سے ہوں یا منوں اور ٹنوں کے حساب سے، سب پاکیزہ، طیب، پاک، جائز اور حلال ہیں۔ جائز کی قید ہم نے اس لیے لگائی ہے کہ:

ناجائز طریقے سے محنت کر کے جو کمائی کی جائے، اور وہ محنت کتنی ہی محنتِ شاقہ ہو، ناجائز اور حرام و ناپاک ہی رہے گی۔

کمیونسٹوں کا باوا آدم ہی نرالا ہے، ان کے نزدیک فکر و نظر کی تو کچھ بھی قیمت نہیں، ہاں جانور

کی طرح جو زور بازو کے ساتھ محنت کی جائے گی وہ کمائی اس کی ہو گی، ذہنی اور فکری کاوش کا جو نتیجہ ہو گی، وہ اس کی نہیں ہو گی۔ یہ وہ ہوائی نظریہ ہے جو خود ان کے گھر میں بھی بار نہیں پا سکا۔ ان کے ملک کا ایک وزیر اعظم، اعلیٰ حکام، صدر مملکت جیسے منصب پر فائز لوگ جو سرتاپا ذہنی اور علمی و سیاسی بصیرت کی وجہ سے اونچے عہدوں پر چلے گئے ہیں، ان کی تنخواہیں ایک عام مزدور کی کمائی سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں۔

اس کے نظریہ کے تو یہ معنی ہوئے کہ، گدھے کو مالک سے زیادہ ملنا چاہیے، بلکہ جزوی اجرت تو بیشک مالک کو ملنی چاہیے کیونکہ وہ بھاڑ ڈھوتا، جمع کرتا اور گدھے پر لادتا ہے، مگر جو مشقت اٹھانے جان جوکھوں میں ڈالنے اور مار کھانے کی گدھے کو برداشت کرنا پڑتی ہے، مالک کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں اس لیے باقی سارا گدھے کا ہونا چاہیے۔ یہی حال اونٹ اور ہل جوتنے والے بیلوں اور دوسرے جانوروں کا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں جس طرح دوسری محنتوں اور صلاحیتوں کا احترام کیا گیا ہے، وہاں فکری اور علمی و ذہنی صلاحیتوں کو بھی خاص مقام بخشا گیا ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (زمر)

آپ کہہ دیں کہ کیا اہل علم اور جاہل برابر ہوتے ہیں؟

حضور کا ارشاد ہے کہ: نرے زاہد پر عالم کا ایسا درجہ ہے جیسا میرا تمہارے ایک آدمی پر۔

فضل العالم على العابد كفضلي على ادناكم (ترمذی۔ باہلی)

اس لیے اگر ایک شخص اپنی ذہنی صلاحیتوں اور بصیرت کے ذریعے کارخانوں یا عظیم جاگیروں کی تخلیق کر پایا ہے تو اس کا بہر حال احترام کرنا چاہیے۔ باقی رہیں اس سلسلے کی حماقتیں؟ سو ان کو دور کرنے کے لیے ممکن ذرائع ضرور استعمال کرنا چاہئیں لیکن ایسے نادان حکیم کی طرح نہیں جو درد سر کا علاج سر کو قلم کرنا ہی جانتا ہو۔

دودھ وہ بیچتی، آمدنی یہ لیتے

عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ اَبِىْ مَرْيَمَ قَالَ كَانَتْ لِمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ جَارِيَةٌ تَبِيْعُ اللَّبَنَ وَيَقْبِضُ الْمِقْدَامُ ثَمَنَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ:

سُبْحَانَ اللّٰهِ اَتَبِيْعُ اللَّبَنَ وَتَقْبِضُ الثَّمَنَ وَمَا بَاْسٌ بِذٰلِكَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول لیاتین علی الناس زمان لا ینفع فیہ الا الدینار والدرہم

(رواہ احمد)

ابوبکر بن ابی مریم کہتے ہیں، حضرت مقدام بن معدیکرب کی ایک لونڈی تھی، دودھ وہ بیچتی تھی اپیسے اس کے حضرت مقدام لے لیتے تھے، کسی نے اعتراض کیا کہ: دودھ (تو وہ بے چاری) بیچتی ہے اور پیسے آپ لے لیتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا: ہاں! اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا تھا، فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب پیسے دھیلے کے بغیر کام نہیں چلے گا۔

کمائی کوئی کرتا ہے مگر کھاتا کھلاتا کوئی ہے۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ وہ لونڈی بجائے خود حضرت مقدام کی کمائی ہے۔ حضرت مقدام رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عظیم صحابی ہیں۔ ان کا طرز عمل اس امر پر شاہد ہے کہ جائز کمائی صرف بازوؤں کی کمائی کا نام نہیں، انسانی صلاحیتوں میں سے جس صلاحیت کا بھی نتیجہ ہو، وہ اس کی کمائی شمار ہوتی ہے اور پاک اور اس کا حق بنتی ہے۔

غلام کی کمائی کھاتے تھے

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت کان لابی بکر غلام یخرج لہ الخراج فکان ابوبکر یاکل من خراجہ (رواہ البخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، حضرت ابوبکر کے ایک غلام تھے جو ان کو مقررہ رقم دیتا تھا تو ابوبکر اس کی کمائی کھاتے تھے۔

اگر ایک انسان اپنی صلاحیتوں کے ذریعہ لوگوں کو مزدوری مہیا کرکے کام لیتا اور کمائی کرتا ہے تو وہ بالکل جائز ہے اور یہ ایک ایسی حقیقتِ کبریٰ ہے جس کو کسی سے بھی مفر نہیں ہے۔ جو چیز جزوی طور پر جائز ہے، وہی شے اگر اجتماعی صورت اختیار کرلے تو آخر وہ کیوں جائز نہ ہو۔

حضور کے عہد کا عظیم تاجر اور کروڑپتی

عن عبد الرحمٰن بن خباب: قال شھدت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وھو یحث علی جیش العسرۃ فقام عثمان فقال یا رسول اللہ علی مائۃ بعیر باحلاسھا واقتابھا فی سبیل اللہ ثم حض علی الجیش فقام عثمان فقال علی مائتا بعیر

بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ تَعَالٰى عَلَيَّ ثَلَاثُ مِائَةِ بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ مَا عَلٰى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ مَا عَلٰى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ (ترمذی)

حضرت عبد الرحمان بن خباب فرماتے ہیں: میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ غزوہ تبوک کے سلسلے میں لوگوں کو ترغیب دلا رہے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور کہا:

(حضور!) جھولوں اور کجاووں سمیت سو اونٹ محض رضائے الٰہی کے لیے میرے ذمے۔

آپ نے پھر لشکر کو مسلح کرنے کے لیے ترغیب دلائی تو (دوبارہ) حضرت عثمان اٹھے اور کہا:

(حضور!) جھولوں اور کجاووں سمیت دو سو اونٹ اللہ کی راہ میں میرے ذمے۔

آپ نے پھر لشکر کو تیار کرنے کے لیے ترغیب دلائی! تو حضرت عثمانؓ (تیسری بار پھر) اٹھے اور کہا۔

(حضور!) جھولوں اور کجاووں سمیت تین سو اونٹ اللہ کی راہ میں میرے ذمے۔

میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ کہتے ہوئے منبر سے اتر رہے ہیں کہ اس کے بعد اگر عثمان اور کوئی (نفلی صدقہ خیرات جیسے) کام نہ بھی کریں تو بھی ان کا کوئی حرج نہیں ہوگا (دو بار ایسا ہی فرمایا)

مسند احمد کی ایک اور روایت ہے کہ انھوں نے جیش کی تیاری کے لیے ایک ہزار اشرفی کی تھیلی بھی حضور کو پیش کی تھی، جسے حضور خوش ہو کر جھولی میں لے کر اچھالتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کے بعد عثمان اور کچھ نہ بھی کریں تو ان کا کچھ حرج نہیں ہوگا۔

یہ ۹ھ کا واقعہ ہے: جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ کرنے والا ہے۔ یہ دن سخت تنگی ترشی کے تھے اس لیے اس کا نام "جیش العسرۃ" کا نام پڑ گیا، اسی مرحلہ پر انھوں نے ایک تہائی فوج کو پوری طرح مسلح کرنے کا ذمہ لیا تھا۔ چنانچہ ایک ایک تسمہ تک ان کی رقم سے خریدا گیا، اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور رسد کے لیے ایک ہزار اشرفی پیش کی (مستدرک حاکم و ترمذی)

ان روایات کے پیش کرنے سے غرض یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب کہ دنیا نانِ جویں کو ترستی تھی اس وقت بھی اتنے اونچے درجے کے مالدار اور سیٹھ موجود تھے جن کے پاس تجارتی ذرائع کے علاوہ زمینیں بھی تھیں، نیک خدمات کے عوض کچھ تو بطور جاگیر سرکار کی طرف سے ان کو زمینیں ملی تھیں اور کچھ انھوں نے خود بھی خرید لی تھیں، مدینہ منورہ میں ان کا نہایت عالی شان ایک مکان بھی تھا، یہ صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بات نہیں اور بھی بیسیوں صحابہ اور بھی متمول لوگ تھے۔

حضرت زبیر کے ایک ہزار غلام تھے (اصابہ) حضرت زبیر کی چار بیویاں تھیں۔ ان کو تیسیوں حصہ میں گیارہ گیارہ لاکھ درہم ملا تھا اور تین کروڑ باون لاکھ کی جائداد چھوڑی تھی (ابن کثیر) حضرت طلحہ بہت بڑے تاجر ہونے کے ساتھ عظیم زمیندار بھی تھے، عراق میں ان کا زراعتی کاروبار بہت بڑا تھا (ابن سعد) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ جب فوت ہوئے تو بہت بڑی نقدی اور متعدد مکانات چھوڑے تھے (طبقات ابن سعد) جب حضرت عبد الرحمان بن عوف کا انتقال ہوا تو ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں سو گھوڑے اور لاکھوں اشرفیاں ورثہ میں چھوڑیں۔ آپ کی چار بیویاں تھیں، ان میں سے ہر ایک کو ترکہ میں صرف بتیسواں حصہ ملا اور ہر ایک کے حصہ میں ایک ایک لاکھ آیا اور یہ وہ دولت تھی جو راہ خدا میں لٹانے سے بچ رہی تھی (ابن سعد) لیکن اس کے باوجود ان کی کسی بھی شے کو سرکاری تحویل میں نہ لیا تھا، اور کسی نے ان سے یہ مطالبہ نہ کیا کہ: "یہ قدر زائد" ہے مزدوروں کا حق ہے۔ آپ کا نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی سرکاری حیثیت میں اپنے عہد میں تعرض نہ کیا، نہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان اور علی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں ان کو چھیڑا۔ نہ کسی سے زمین کا کوئی ٹکڑا چھینا، نہ کارخانے والے سے کارخانہ بھی: نہ سرمایہ دار کا سرمایہ ضبط کیا، نہ مکانات کے مالکوں سے مکان چھین کر غریب پروری کا ڈھونگ رچایا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے جنھوں نے اپنے ملکی آئین کو انھی کے نقش قدم قائم کرنے کا اعلان کیا ہے وہ اگر اٹھ کر اس کی نئی طرح ڈالتے ہیں تو ہم دعا کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

باقی رہا سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور کارخانہ داروں کی دھاندلیوں کا قصہ؟ سو اس کا یہ حل نہیں کہ ناجائز صورتِ حال کو کسی ناجائز طریقے سے ہی حل کیا جائے، حضور کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَمْحُو السَّيِّئَ بِالسَّيِّئِ وَلَكِنْ يَمْحُو السَّيِّئَ بِالْحَسَنِ إِنَّ الْخَبِيثَ

لَا يَمْحُوا الْخَبِيْثَ (رواہ احمد عن ابن مسعودؓ)

اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے۔ کیونکہ خباثت خباثت سے دور نہیں ہوتی۔ (بلکہ وہ اور بڑھتی ہے)

ان دھاندلیوں کو خود دھاندلیاں کر کے ختم کرنا، کوئی معقول اور شرعی حل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ظلم تھیں تو یہ بھی ان سے مختلف نہیں رہیں، ظلم بہر حال ظلم ہوتا ہے، خواہ کسی بھیس میں ہو،

حضورؐ کا ارشاد ہے ایسا مال حلال نہیں ہے۔

خوش دلی کے بغیر مال حلال نہیں۔

عَنْ اَبِیْ حُرَّةَ الرَّقَاشِیِّ عَنْ عَمِّہٖ قَالَ قَالَ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اَلَا لَا تَظْلِمُوْا اَحَدٌ اَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِنْہُ (مشکوٰۃ بحوالہ شعب الایمان للبیہقی والمجتبیٰ للدارقطنی)

حضورؐ نے فرمایا: خبردار! کسی پہ زیادتی نہ کرو! خوش دلی اور مرضی کے بغیر کسی شخص کا مال کسی شخص کے لیے حلال نہیں ہے۔

ساتوں طبق گلے میں ڈال دیے جائیں گے۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰى عَلَيْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّہٗ يُطَوَّقُہٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ (بخاری ومسلم)

حضرت سعید بن زید فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جس شخص نے بھی ظالمانہ طریقے سے کسی کی بالشت بھر زمین بھی لی تو قیامت میں وہ زمین ساتوں طبق تک اس کے گلے میں ڈال دی جائے گی۔

ان دونوں احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ لین دین کے معروف اور شرعی طریقے کے بغیر، مالک کی خوش دلی اور مرضی کو نظر انداز کرتے ہوئے کسی کے لیے بھی اس کا مال جائز نہیں ہے۔ اس لیے اسلامی حکومت بھی مملکت کے ہر فرد کی ذاتی ملکیت کی حفاظت کی ذمہ دار اور ضامن ہوتی ہے، خواہ وہ کافر اور مشرک ہی کیوں نہ ہو۔ نا یہ کہ خود ہی دھاندلیوں کا دروازہ کھول لے۔ زمین اور کارخانے تو دور کی بات ہے، اسلام اور اسلامی حکومت اس امر کی بھی اجازت نہیں دیتے کہ کوئی شخص کسی کی بکری کا دودھ بھی مالک کی مرضی کے بغیر دوہنے کی کوشش کرے۔

لَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ اِذْنِہٖ (مسلم عن ابن عمرؓ)

اگر مالک کی اجازت کے بغیر کسی کی زمین میں کسی نے کاشت کر بھی لی تو کاشت اسے نہیں دی جائے گی۔

مَنْ زَارَعَ فِي أَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَلَيْسَ لَهُ مِنَ الزَّرْعِ شَيْءٌ (ترمذی عن رافع)

دولت اور سرمایہ اور ان کے ذرائع کو اگر معصوم اور پاکیزہ رکھا جائے تو وہ رحمت بردوش ثابت ہوتے ہیں، اگر وہ خبیث ہونے لگے ہیں تو ان کو پاک رکھنے کے لیے تدابیر اختیار کی جائیں تاکہ ملک و ملت کو ان سے فائدہ پہنچے۔ اگر اس کے بجائے ان کو یک قلم ختم کر دیا جائے تو حکومت کے کام بھی بڑھ جاتے ہیں۔ اور کاروباری ذہن کے لوگ بھی ہمت ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ویسے بھی پوری قوم ایک ذہنی غلامی اور گھٹن میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

صحیح علاج یہ ہے کہ ملکی فضاؤں کو پاک رکھنے کے لیے مومنانہ محنت کی جائے، خدا خوفی، غریب پروری اور اللہ ترسی کی اقدار پیدا کی جائیں۔ اور ایسے حالات نہ پیدا کیے جائیں جن کی وجہ سے ایک کاروباری ناجائز ہتھکنڈوں پر مجبور ہو جائے

روٹی، کپڑا اور مکان کی نوید کے اب تک یہی معنی لیے گئے تھے کہ حکومت ایسے حالات اور ذرائع پیدا کر پائے گی، جس سے لوگوں کے لیے روٹی کمانے کے دروازے کھل جائیں گے: یہ تو کسی کے بھی ذہن میں بات نہیں آتی تھی کہ: لوگوں سے چھین کر لوگوں کو ممنون کیا جائے گا۔ ویسے بھی یہ عجیب منطق ہے کہ ایک چور اس لیے چوری کرے کہ میں غریبوں کی مدد کرنا چاہتا ہوں، ایک جیب تراش یہ فلسفہ پیش کرے کہ اس سے لے کر میں یتیموں کی اعانت کروں گا، رشوت کا یہ فلسفہ بیان کیا جائے کہ میں غریب طلبہ کی تعلیم کے لیے وظیفے مہیا کروں گا تو کیا حکومت یا کوئی عقل مند ان کی اس حکمت اور فلسفہ کی داد دے گا؟

اصل میں "غربا" کا یہ جو علاج تشخیص کیا گیا ہے غریب پروری کے جذبہ پر کم، سیاسی مصالح پر زیادہ مبنی ہے۔ ہاں قرآن حکیم نے اس کا صحیح علاج یہ بتایا ہے کہ:

دولت کو گردش میں رکھا جائے تاکہ وہ کسی مخصوص طبقہ میں دائر ہو کر نہ رہ جائے۔

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ (پ ۲۸۔ حشر ع ۱)

اس کی متعدد شکلیں ہیں، ان میں سے ایک وراثت کی ہے، دوسری زکوٰۃ کی ہے۔ تیسری عشر کی ہے، چوتھی خراج کی ہے، پانچویں جزیہ کی ہے، چھٹی وقف کی ہے، ساتویں ہبہ کی ہے، آٹھویں وصیت کی ہے، نویں حرمت سود کی ہے۔ دسویں ممانعت قمار اور سٹہ بازی کی ہے۔ گیارھویں

بیع و شراء میں حرمت فریب کی ہے۔

وراثت۔ اگر یہ جاری رہ جائے تو یہ دولت کسی ایک کی لونڈی بن کر نہیں رہ سکے گی۔ ماں باپ، بہن بھائی، بیٹا بیٹی علی ہذا القیاس یہ ایک چکر ہے، جس سے بچ کر دولت کسی گوشہ میں سمٹ نہیں سکے گی۔ خاص کر اگر رشتہ ناطوں کا دائرہ موفنانہ حدود تک وسیع کر دیا جائے تو پھر بات اور کہیں سے کہیں پہنچ جائے گی۔

زکوٰۃ۔ جمع شدہ دولت کا چالیسواں حصہ نکلتا ہے تو بتلائیے! وراثت کے بعد دولت اور کتنا کسی کے پاس سر چھپائے گی؟

عشر۔ زمین کی پیداوار کا دسواں یا بیسواں حصہ دے دیا جائے تو پھر کوئی کتنا قارون بن سکے گا؟ وراثت اور زکوٰۃ کے بعد اب زمین میں کتنی شوخی باقی رہ جائے گی۔

خراج اور جزیہ۔ یہ غیر مسلم اور مفتوحین پر عائد کردہ ٹیکس کا نام ہے۔ یہ حکومت اپنی صوابدید کے مطابق ان پر عائد کر سکتی ہے۔

وقف۔ وقف کے ذریعے ہزاروں اور لاکھوں مالیت کی جائدادیں عامۃ المسلمین کی دینی اور ملی ضروریات کے لیے اور محض اللہ کی رضا کے لیے وقف کر دی جاتی ہیں، غور کیجیے! اس کا دائرہ کس قدر وسیع ہے۔

ہبہ۔ حقوقِ واجبہ کے بعد یہ ایک رضا کارانہ ملی خدمت اور خلقِ خدا کے ساتھ ہمدردانہ معاملہ ہے اور یہ کوئی جتنا چاہے اور جتنوں کو چاہے دے سکتا ہے۔

وصیت۔ مرتے وقت اپنی جائداد کے تہائی حصہ کی وصیت کر سکتا ہے کہ یہ فلاں کارِ خیر میں صرف ہونی چاہیے۔

سود اور قمار۔ یہ وہ سفید ہاتھی ہیں، جنھوں نے بغیر کسی استحقاق کے دنیا کی دولت سمیٹنے کا فریضہ انجام دیا ہے۔ اسے اگر ختم کر کے بیع مضاربت، بیع معاوضہ، بیع شرکت صنائع اور شرکت وجوہ جیسے فقہی شعار بیع کو رواج دیا جائے تو قوم کے بہت خاندان اور افراد بھوکوں سے مرنے سے بچ جائیں بلکہ خوشحال ہو جائیں۔

فریب۔ بیع میں کم تولنا، ملاوٹ، کم ناپنا اور دوسری بددیانتیوں کے سدباب کے لیے حکومت پورے اور مؤثر ذرائع استعمال کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک کی جھولی خالی رہے اور دوسرا تجوریاں بھر کر گھر کو لوٹے۔

الغرض: دولت شرعی شفارشات کے مطابق گردش کے راستہ پر ڈال دی جائے گی تو آپ کو سرمایہ داری اور جاگیرداری کے خلاف کسی اور دشمن کی تلاش کی ضرورت نہیں رہے گی، ورنہ بدنامی کے علاوہ پرنالہ بھی وہیں رہے گا جہاں کبھی تھا۔

دس سال صرف روٹی کپڑا

عن عتبة بن المنذر قال: كنا عند رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: فقرأ طٰسٓمٓ حتّٰی بلغ قصّةَ موسٰی علیہ السلام قال: إنّ موسٰی علیہ السلام أجَرَ نفسَه ثمانَ سنینَ أو عشرًا علٰی عِفّةِ فرجِه وطعامِ بطنِه (رواہ ابن ماجہ)

کہا حضرت عتبہ نے ہم رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ نے (سورت) طٰسٓمٓ پڑھی یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصے تک جا پہنچے، (اس پر) فرمایا: اپنی پاکدامنی اور روٹی کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ یا دس سال کے لیے اپنے آپ کو مزدوری میں لگایا۔

حضرت شعیب علیہ السلام پیغمبر اور حضرت موسیٰ ہونے والے پیغمبر، دونوں نے اس امر پر معاہدہ کیا کہ آٹھ دس سال میری نوکری کرو تو ایک لڑکی نکاح کر دوں گا، حدیث سے پتہ چلا کہ اسی میں روٹی بھی طے پائی۔

غور فرمائیے! آٹھ دس سال کی نوکری اور ایک نوجوان، اپنی پوری ہمت کے ساتھ ان کی خدمت کرتا ہے، بکریاں چراتا ہے۔ گھر کے دوسرے کام کاج علاوہ کرتا ہے، کیا ان کا اتنا ہی بنتا ہے کہ اس کا اپنا ہی پیٹ پلے یا مزید اس امر کے سامان بھی تھے کہ اصل مالکوں کے دھندے بھی پورے ہوں؟ صحیح یہ ہے کہ مزدوری فرد کرے یا ایک جمعیت، وہ اپنی مزدوری کے عوضانہ کی حق دار تو ضرور ہے مگر اس سلسلے کا جو جائز منافع مالک کو ملتا ہے، وہ بھی اس کا جائز حق بنتا ہے۔ اس کا بھی احترام شرعاً لازم ہے۔

زائد زمین کاشت پر دینا جائز ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عَامَلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا من ثمرٍ أو زرعٍ (بخاری)

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود خیبر سے پھل اور اناج کی پیداوار کے آدھے حصے پر معاملہ کیا۔

چونکہ مدینہ کے لوگ زراعت پیشہ تھے، اور وہ سب اپنی کاشت سے زیادہ زمینیں دوسروں کو کاشت پر دیا کرتے تھے اور مہاجر صحابہ ہی بٹائی پر زمینیں لیتے تھے۔

مَا بِالْمَدِیْنَةِ اَھْلُ بَیْتِ ھِجْرَةٍ اِلَّا یَزْرَعُوْنَ عَلَی الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَزَارَعَ عَلِیٌّ وَسَعْدُ ابْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ وَالْقَاسِمُ وَالْعُرْوَةُ وَاٰلُ اَبِیْ بَکْرٍ وَاٰلُ عُمَرَ وَاٰلُ عَلِیٍّ وَابْنُ سِیْرِیْنَ الحدیث (بخاری)

مدینے میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی اور چوتھائی پر بٹائی نہ کرتا ہو، حضرت علی، سعد بن مالک، عبداللہ بن مسعود، عمر بن عبدالعزیز، حضرت قاسم، عروہ، خاندانِ ابوبکر، خاندانِ عمر، خاندان علی اور ابن سیرین (سب) بٹائی کرتے تھے۔ (بخاری)

صحیح مسلم میں ہے کہ صحابہ کے پاس کچھ زائد زمینیں تھیں۔

قال جابر بن عبد اللہ: کان لرجال فضول ارضین من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (مسلم باب کراء الارض)

ان روایات سے پتہ چلا کہ زمینیں یا دوسری املاک زائد بھی ہوں تو انہی مالکوں کا حق ہے جنہوں نے کمائیں۔ وہ چاہیں تو مزدوروں، مزارعوں یا دوسرے اجیروں سے کام کرائیں یا خود ہی سارا سنبھالیں۔ زائد املاک دیکھ کر لوگوں کے پیٹ میں جو مروڑ اٹھتے ہیں وہ ان کی تنگ ظرفی کی نشانی ہے کوئی علمی یا اصولی بات نہیں تھی۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ نے مزارعت یا ٹھیکے پر دینے سے منع فرمایا تھا مگر وہ بعض جزوی خرابیوں کے انسداد کے لیے تنبیہاً اور تہدیداً فرمایا تھا تاکہ وہ باہم جھگڑیں نہیں یا مالک بٹائی کے حصہ کے علاوہ پیداوار کا مخصوص حصہ لے کر جو زیادتی کیا کرتے تھے، اس سے منع فرمایا تھا۔ صحابہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ ہاں اگر حکومت جائز خدمات کے عوض کسی کو کچھ زمین یا خطہ عطا کرتی ہے اور وہ شخص اسے آباد نہیں کر سکا تو حکومت کو اب اپنے فیصلے پر نظر ثانی کا حق حاصل ہے جیسا کہ حضرت مازنؓ کے واقعہ سے مترشح ہوتا ہے۔

چالیس روز میں

ناظرۂ قرآن، دورۂ قرآن اور خصوصی دینی تعلیم کا پروگرام پچاس سالہ تجربہ کا حاصل کامیاب طریقۂ تعلیم۔ تفصیلات کے لیے حسب ذیل پتہ پر لکھیے۔

جنرل سیکرٹری انجمن خدام اسلام۔ شاہ دین بلڈنگ شاہراہِ قائدِ اعظم۔ لاہور